حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز مراد آبادی

تحفظِ عقائد اور بد مذہبوں سے بیزاری کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

PDF FROM
JAMAT RAZAE E MUSTAFA BHADRAK ODISHA

حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز مراد آبادی

تحفظِ عقائد اور بد مذہبوں سے بیزاری کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

(پڑھ کر شیئر ضرور کریں)

از: فیضان حافظ ملت گروپ

استاذ العلماء، جلالۃ العلم، *حضرت علامہ مفتی شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری* رحمۃ اللہ علیہ دنیائے سنیت کی ایک عظیم المرتبت شخصیت کا نام ہے۔ وہ ایک متبحر عالم، مفتی، محدث، مناظر، مدرس، خطیب اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سارے محاسن و کمالات کے جامع تھے۔ انہوں نے اسلامیات کے فروغ و ارتقاء کے لیے متعدد کارہائے نمایاں انجام دیے جن میں سرِ فہرست *'الجامعۃ الاشرفیہ'* کا قیام ہے۔

ان کی پوری زندگی تحفظِ مسلکِ اہلِ سنت، *مسلکِ اعلیٰ حضرت* اور عقائدِ حقہ کی ترویج و اشاعت سے عبارت رہی۔ فرقہائے باطلہ سے ان کی بیزاری کسی دنیاوی رقابت کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ خالصتاً عشقِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت کے دفاع کے اصول پر مبنی تھی۔ وہ بدمذہبوں سے معمولی سماجی تعلق کو بھی ایمان کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے تھے۔ ان کا یہ بائیکاٹ محض نظریاتی نہ تھا بلکہ عملی زندگی، خاندانی تقریبات (جیسے عین موقع پر نکاح منسوخ کر دینا)، نجی دعوتوں اور روزمرہ کے تجارتی لین دین تک پھیلا ہوا تھا۔ علمی اور قلمی محاذ پر انہوں نے *'المصباح الجدید'* اور *'العذاب الشدید'* جیسی کتب اور مناظروں کے ذریعے باطل کی سرکوبی کی۔ اس نظریاتی پختگی کو انہوں نے *'الجامعۃ الاشرفیہ'* کے قیام کے ذریعے ایک باقاعدہ ادارہ جاتی مشن کی شکل دی، جس کے اثرات آج بھی پوری دنیا میں نمایاں ہیں۔

یہ تجزیاتی تحریر * حضور حافظ ملت * علیہ الرحمہ کی زندگی کے اس انتہائی اہم اور حساس پہلو کا تفصیلی احاطہ کرتی ہے، جس کا تعلق بد مذہبوں اور گمراہ فرقوں کے ساتھ ان کے رویے اور بیزاری سے ہے۔ برصغیرِ پاک و ہند کی مسلم تاریخ میں انیسویں اور بیسویں صدی کو نظریاتی کشمکش اور مسلکی آویزش کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس عہد میں مختلف نئی تحریکوں اور مکاتبِ فکر نے جنم لیا، جن کے نظریات سوادِ اعظم یعنی مسلمانوں کی اس عظیم اکثریت کے عقائد سے متصادم تھے جو اسلاف کے متفقہ راستے اور مسلک کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایسے پر خطر اور پر آشوب دور میں عوام کے عقائد کی حفاظت کرنا ایک کٹھن چیلنج تھا۔

اس مضمون میں ان تاریخی حقائق، چشم دید واقعات، علمی تصانیف اور مناظرانہ کاوشوں کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے پیش کیا گیا ہے، جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ * حضور حافظ ملت * نے بد مذہبوں سے نہ صرف مکمل بائیکاٹ کیا، بلکہ علمی اور فکری سطح پر ان کی ایسی سرکوبی کی، جس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ یہ معلومات تاریخی حوالوں، ان کے سوانح نگاروں اور ان کے شاگردوں کے مستند بیانات پر مبنی ہیں، جو ان کی مسلکی پختگی، عشقِ رسول اور شدتِ عقیدہ کو ظاہر کرتی ہیں۔

* تاریخی تناظر اور اصطلاحات کی تفہیم *

کسی بھی تاریخی شخصیت کے افکار و افعال کا تجزیہ کرنے کے لیے اس دور کے معروضی حالات اور مستعمل اصطلاحات کا فہم ناگزیر ہے۔ * حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز

صاحب مراد آبادی * علیہ الرحمۃ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع مراد آباد کے قصبہ بھوجپور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بشمول ناظرہ و حفظِ قرآن، اپنے والد ماجد حافظ غلام نور رحمۃ اللہ علیہ اور مقامی علمائے کرام سے حاصل کی، جبکہ اردو اور فارسی کی ابتدائی کتب وطنِ عزیز میں ہی پڑھیں۔ اس کے بعد انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے بریلی شریف کا رخ کیا، جہاں انہوں نے * صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی * علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر اساتذہ سے ملاقات کی اور ان کے زیرِ سایہ علم و فضل کی منازل طے کیں۔

اس دور میں برصغیر میں مسلمانوں کے باہمی اعتقادی اختلافات شدت اختیار کر چکے تھے۔ برطانوی سامراج کے زیرِ تسلط ہندوستان میں سچے اسلامی عقائد کو مختلف اطراف سے چیلنجز کا سامنا تھا۔ اسلام کے نام پر وہابیت، غیر مقلدیت، دیوبندیت اور قادیانیت شدت کے ساتھ سر ابھار رہی تھی، نیز رافضی، نیچری، اور ندوی وغیرہ بھی سرگرمِ عمل تھے۔ ان مکاتبِ فکر کے اکابرین کی بعض عبارات کو علمائے اہلِ سنت، بالخصوص * اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری * علیہ الرحمہ نے شانِ رسالت اور شانِ الوہیت میں گستاخی پر مبنی قرار دیا تھا اور اس کے لیے * حسام الحرمین * کی بنیاد پر فیصلہ صادر کیا گیا تھا۔ * حسام الحرمین * (جو کہ ۱۹۰۶ء میں امام احمد رضا خان قادری کی مرتب کردہ تاریخی فتووں پر مبنی ایک دستاویز ہے) میں مکہ و مدینہ کے تینتیس سے زائد جلیل القدر علما سے ان گستاخانہ عبارات پر گمراہی اور کفر کی توثیق حاصل کی گئی تھی۔

* حضور حافظ ملت * جب مبارک پور میں * مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم *، جو بعد میں * الجامعۃ الاشرفیہ * بنا، میں تدریس و انتظام کے لیے تشریف لائے، تو اس وقت وہاں کا تعلیمی معیار انتہائی پسماندہ تھا اور قصبے میں بد مذہبوں کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ دیوبندی مکتبِ فکر کے فضلاء، بالخصوص * مولوی نعمت اللہ * اور * مولوی شکر اللہ *، نے * مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم * پر بڑے دانت تیز کیے ہوئے تھے، مگر یہ مسلکِ اہلِ سنت کی حقانیت اور حافظ ملت کا اخلاص تھا جس نے اس کی حفاظت کی۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں حافظ ملت نے اپنی زندگی کو باطل عقائد کی سرکوبی اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کے دفاع کے لیے وقف کر دیا۔

* مسلکی تصلب اور بد مذہبوں سے دوری کی اساسی وجوہات *

* حضور حافظ ملت * کی بد مذہبوں سے نفرت کسی ذاتی عناد، خاندانی جھگڑے یا دنیاوی مفاد پر مبنی نہیں تھی، بلکہ اس کی اساس خالصتاً مذہبی اور اعتقادی تھی۔ اسلامی تعلیمات میں اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کی رضا کے لیے کسی سے عداوت رکھنے کو ایمان کی تکمیل کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ حضور حافظ ملت کے نزدیک، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے محبت اور ان کی تعظیم دین کا بنیادی ستون ہے، اور جو شخص یا گروہ اس تعظیم میں تنقیص کا مرتکب ہو، اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

* مسلکِ اعلیٰ حضرت پر استقامت *

* حضور حافظ ملت * کے افکار پر سب سے گہرا اثر * امام احمد رضا خان بریلوی * علیہ الرحمہ کا تھا۔ ان کے جلیل القدر شاگرد، * حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری * فرماتے ہیں کہ حافظ ملت جب اعلیٰ حضرت کا ذکر کرتے تو ان کے چہرے پر ایک خاص جلال اور اتار چڑھاؤ دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ حافظ ملت فرمایا کرتے تھے کہ * "امام جلال الدین سیوطی کے بعد اس شان کا اگر کوئی محدث پیدا ہوا تو وہ سیدنا اعلیٰ حضرت ہیں، اور فقہ میں اعلیٰ حضرت کی وہ شان ہے کہ صدیوں پیچھے چلے جائیں تو ان کی مثال نظر نہ آئے۔" * یہی وہ عقیدت تھی جس نے ان کے دل میں حق و باطل کے درمیان ایک واضح اور ناقابلِ عبور حدِ فاصل قائم کر دی تھی۔ حضور محدث کبیر مزید گواہی دیتے ہیں کہ حضور حافظ ملت ہی نے اعلیٰ حضرت کی عقیدت ان کے دلوں میں جمائی اور انہوں نے ہی بد مذہبوں سے لاتعلقی کا سبق سکھایا۔

* تحفظِ مذہب کا اٹل اصول *

حافظ ملت کے نزدیک بد مذہبوں کے ساتھ میل جول محض ایک سماجی مسئلہ نہیں تھا، بلکہ یہ براہِ راست عقائد کی سلامتی کا مسئلہ تھا۔ وہ اپنے تلامذہ اور مریدین کی تربیت اس انداز میں کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں باطل نظریات کے خلاف ایک قدرتی بیزاری پیدا ہو جائے۔ ان کا دوٹوک اور واضح فرمان تھا، جس میں کسی قسم کی لچک کی کوئی گنجائش نہیں تھی

کہ: *"اپنے مذہب کی حفاظت آدمی پر ضروری ہے، کسی بد مذہب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اپنے مذہب کو برباد کرنے جیسا ہے، اور وہ خود ہر گز کسی ایسے شخص کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔*"

یہ فرمان اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ وہ بد مذہبوں سے نہ صرف سماجی بائیکاٹ کے قائل تھے، بلکہ اسے دین کی حفاظت کا پہلا اور بنیادی زینہ سمجھتے تھے۔ ان کے قریبی رفقاء اور سوانح نگاروں کے مطابق، *حضور حافظ ملت*، بد عقیدوں کو ایک نظر دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے تھے، اور ان کا سختی سے حکم تھا کہ: *"بد مذہب اور دنیا دار مولوی سے دور بھاگو جیسے شیر سے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ شیر جان لیتا ہے اور بد مذہب ایمان برباد کرتا ہے۔"* ان کا یہ رویہ ان کے قلبی سوز، عشقِ رسول اور دینِ متین سے ان کی غیر متزلزل وابستگی کا عکاس تھا۔

سماجی مقاطعہ اور لاتعلقی کے چشم دید واقعات

نظریاتی مباحث جب تک عملی زندگی میں نافذ نہ ہوں، ان کی تاثیر محدود رہتی ہے۔ *حضور حافظ ملت* کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے جو اصول وضع کیے، ان پر سب سے پہلے خود سختی سے عمل کیا۔ ان کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جہاں انہوں نے شدید سماجی دباؤ یا تقریب کی نزاکت کی پرواہ کیے بغیر باطل کے خلاف اپنے موقف کا ببانگِ دہل اعلان کیا۔ ان میں سے دو واقعات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، جو ان کی بد مذہبوں سے بیزاری کی انتہا کو ظاہر کرتے ہیں۔

* نکاح کی تقریب کا واقعہ *: شرعی اصولوں پر عدم مفاہمت

برصغیر کے معاشرے میں نکاح جیسی خاندانی تقریبات انتہائی حساس سمجھی جاتی ہیں، جہاں عموماً لوگ اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مگر حافظ ملت کے نزدیک شریعت اور عقیدے کے معاملے میں کوئی رواداری قابلِ قبول نہیں تھی۔ * حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری * اپنا ایک عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں جو حافظ ملت کی مسلکی پختگی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

* روزمرہ معاملات اور تجارتی لین دین میں مقاطعہ *

یہاں یہ امر بھی انتہائی قابلِ توجہ ہے کہ حافظ ملت کی یہ بیزاری محض مذہبی رسومات اور نجی محافل تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کا دائرہ روزمرہ کے تجارتی معاملات، بازار اور شہری لین دین تک بھی محیط تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ بدمذہبوں کی صحبت اور ان سے معاشی روابط ایمان کے لیے براہِ راست خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک بدمذہبوں سے اس قدر دوری اختیار کرنا لازم تھا کہ ان کی بات سننا یا ان کے پاس جانا بھی خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ ان کا صریح حکم یہ تھا کہ: * "آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو ہرگز نہ جائے، دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔" * لہٰذا، تجارتی اور معاشی معاملات میں بھی، جہاں ناگزیر مجبوری نہ ہو، ان سے لین دین، میل جول اور

شراکت داری کو مسلکی غیرت اور ایمانی سلامتی کے منافی تصور کیا جاتا تھا، تاکہ مالی مفاد کے پردے میں عقیدے پر کوئی آنچ نہ آئے۔

* علمی و قلمی محاذ پر باطل کا تعاقب *

جذباتی اور سماجی بائیکاٹ کے ساتھ ساتھ، * حضور حافظ ملت * نے محسوس کر لیا تھا کہ باطل نظریات کا جب تک ٹھوس علمی، منطقی اور قلمی سطح پر رد نہ کیا جائے، تب تک عوام کو ان کے شر سے مکمل طور پر محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔ انہوں نے ایک ایسے دور میں قلم اٹھایا جب باطل عقائد زیورِ فکر و فن سے آراستہ ہو کر نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ انہوں نے خود بجا فرمایا تھا کہ: * "تقریر سب سے آسان کام ہے، اس سے مشکل تدریس اور سب سے مشکل تصنیف ہے۔" * انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود نہایت وقیع اور معرکۃ الآراء کتابیں تصنیف کیں، جن سے بدمذہبوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو گیا۔

ذیل میں حافظ ملت کی ان اہم ترین تصانیف کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو خالصتاً بدمذہبوں کے رد اور عقائدِ اہلِ سنت کے دفاع میں لکھی گئیں:

المصباح الجدید (عقائد علمائے دیوبند):

ایک مرتبہ * حضور حافظ ملت * نے مسجد میں ایک نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے کے بعد جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ دولہا دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، تو ان پر سخت جلال

طاری ہو گیا۔ وہ الٹے قدم فوراً مسجد میں واپس آئے اور تمام مجمع کے سامنے بلند آواز سے یہ تاریخی اعلان فرمایا کہ: *"مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس کا میں نے نکاح پڑھایا وہ دیوبندی ہے، سن لو! نکاح نہیں ہوا، اگرچہ عبد العزیز پڑھاوے۔*"

اس واقعے میں پوشیدہ شرعی حکمت اور تصلب کو سمجھنا ضروری ہے۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بدمذہب (مرتد) کا نکاح کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان تو درکنار، کسی مرتد یا مرتدہ سے بھی نہیں ہو سکتا۔ *حضور حافظ ملت* نے اس موقع پر نہ تو مجمع کی پرواہ کی، نہ دولہے کے خاندان کی سماجی حیثیت کو خاطر میں لائے، اور نہ ہی اپنی ذات کے حوالے سے کسی ہچکچاہٹ کا شکار ہوئے۔ اپنے ہی نام کا حوالہ دے کر یہ کہنا کہ اگرچہ وہ خود پڑھائیں تب بھی نکاح باطل ہے، اس بات کا ثبوت ہے کہ حق کے معاملے میں وہ اپنی ذات کی بھی نفی کر دیتے تھے، اور شریعت کے حکم کو ہر ایک پر فوقیت دیتے تھے۔

دعوت اور دستر خوان کا واقعہ: ایمانی غیرت کا مظاہرہ

ایک اور مشہور واقعہ جو ان کے اصولوں کی سختی کو ظاہر کرتا ہے، ایک نجی دعوت سے متعلق ہے۔ سماجی تقریبات میں عموماً لوگ ایک دستر خوان پر جمع ہو جاتے ہیں، لیکن حافظ ملت کے ہاں بدمذہب کے ساتھ ایک چھت کے نیچے کھانا کھانا بھی ناقابلِ برداشت تھا۔

ایک مرتبہ *حضور حافظ ملت* ایک دعوت میں مدعو تھے۔ وہ دستر خوان پر بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر کچھ دوری پر پڑی جہاں ایک دیوبندی عقیدے

کا شخص بھی کھانا کھا رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ فوراً دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے لگے۔ میزبان، جو اس اچانک رد عمل سے سخت پریشان اور گھبرایا ہوا تھا، آگے بڑھا اور منت سماجت کرنے لگا کہ حضور کیا خطا ہو گئی جو آپ بیچ دعوت میں کھانا چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ *حضور حافظ ملت* نے انتہائی جلال کے عالم میں ارشاد فرمایا کہ: *"جب دیوبندی کو بلانا تھا تو عبد العزیز کو بلانے کی کیا ضرورت تھی، سن لو! عبد العزیز اس دعوت میں کھانا نہیں کھا سکتا جس میں دیوبندی بھی مدعو ہو۔*"

یہ واقعہ ان کے اس قول کی عملی تفسیر ہے کہ کسی بد مذہب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اپنے مذہب کو برباد کرنے جیسا ہے۔ یہ عمل اسلامی اخلاقیات میں مہمان نوازی کے پہلو پر عقیدے کی برتری کو ظاہر کرتا ہے۔ میزبان کا دل رکھنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، لیکن جب معاملہ عقیدے اور مسلک کا آجائے، تو اولیاء اللہ اور سچے علمائے ربانیین کے نزدیک دین کے معاملے میں سستی یا کمزوری حرام ہے۔ حافظ ملت نے اس عمل سے اپنے پیروکاروں کو یہ عملی پیغام دیا کہ باطل کے ساتھ کسی بھی قسم کا سماجی اختلاط رفتہ رفتہ نظریاتی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

بیسویں صدی کی ابتدا میں مخالف مکتبِ فکر کی جانب سے مختلف کتابچے اور رسائل شائع کیے جا رہے تھے، جن سے عوام میں تشویش پائی جاتی تھی۔ حافظ ملت نے اس فتنے کے سدباب کے لیے یہ شاہکار کتاب تحریر فرمائی، جسے *'حق و باطل میں فرق'* کے نام سے بھی

جانا جاتا ہے۔ اس رسالے میں انہوں نے ان کے عقائد پر انتہائی گہری اور عالمانہ تنقید کی۔ انہوں نے نہایت آسان انداز میں عوام کی ذہنی سطح کے مطابق اسے سوال و جواب کے انداز میں مرتب کیا، اور مخالفین کی اپنی کتابوں سے حوالہ جات پیش کر کے ٹھیک ۳۰ (تیس) ایسے لاجواب اور پیچیدہ سوالات قائم کیے، جن کا جواب دینے سے مخالفین قاصر رہے۔ اس کتاب نے نقاب پوش اور شہد دکھا کر زہر پلانے والے افراد کے عقائدِ باطلہ کا پردہ چاک کر دیا اور مسلمانوں کو ان کے فریب سے بچالیا۔

العذاب الشدید:

جب حقانیتِ اہلِ سنت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کو دبانے کے لیے مخالفین نے *'مقامع الحدید'* نامی کتاب لکھی، تو اس کے جواب میں میدانِ تحریر کے اس شہسوار نے اپنا قلم اٹھایا۔ حافظ ملت نے مخالفین کے ایک ایک اعتراض کا، بشمول اعلیٰ حضرت پر لگائے گئے فرضی الزامات کا، انتہائی مدلل، دندان شکن اور تحقیقی جواب *'العذاب الشدید'* کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس کتاب کی اشاعت سے باطل خیموں میں سراسیمگی پھیل گئی، اور علمی حلقوں کا ماننا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر مخالفین پر سکتہ طاری ہو گیا اور ان کے پیشوا مبہوت ہو کر رہ گئے۔

انباء الغیب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے *علمِ غیبِ مصطفیٰ* کا مسئلہ برصغیر میں ایک طویل عرصے تک وجہِ نزاع رہا ہے۔ مخالف مکتبِ فکر کی جانب سے علمِ غیبِ مصطفیٰ پر کثرت سے اعتراضات کیے جاتے۔ *حضور حافظ ملت* نے اس منفرد اور تحقیقی رسالے میں اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا محاکمہ کیا۔ انہوں نے قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں علمِ غیبِ مصطفیٰ کو ثابت کیا اور باطل کے شکوک و شبہات کے تار و پود بکھیر دیے۔

عصرِ حاضر کے محققین یہ تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ آج جو لوگ بدمذہبوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں یا اتحاد کے نام پر مفاہمت کرتے ہیں، انہیں حافظ ملت کی ان کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے، کیونکہ ان تصانیف میں حق و باطل کو اس قدر واضح کر دیا گیا ہے کہ کسی ابہام کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس کے علاوہ انہوں نے *فتاویٰ عزیزیہ*، *فرقہ ناجیہ* اور *حاشیہ شرح مرقات* جیسی متعدد علمی کتب بھی تحریر فرمائیں۔

عوامی خطابات، مناظرانہ اسلوب اور مجاہدانہ سرگرمیاں

قلمی محاذ کے علاوہ حافظ ملت ایک بے مثال خطیب، حاضر دماغ مناظر اور شمشیرِ برہنہ کی طرح باطل پر ٹوٹ پڑنے والے مجاہد تھے۔ جب وہ مبارک پور تشریف لائے، تو اس وقت قصبے میں بدمذہبوں کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ انہوں نے روایتی سنی عقائد پر یلغار کر

رکھی تھی۔ انہوں نے ان حالات کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا اور دور اندیش مدبر اور پر عزم قائد کی طرح تعمیری فکر و عمل کے میدان میں اتر پڑے۔

* مناظرانہ فکر اور باطل کی سرکوبی *

حافظ ملت کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کی مناظرانہ فکر تھی۔ وہ جب دیکھتے کہ کوئی بد مذہب اپنی تقریر سے گمراہی پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے، تو فوری طور پر اس کی سرکوبی کے لیے میدان میں آجاتے۔ سوانح نگاروں کے مطابق، وہ مخالفین کی تقریروں کی رپورٹیں خود منگواتے اور دیکھتے، ان کے تمام اعتراضات کا بغور جائزہ لیتے، ان کے جوابات تیار کرتے، اور پھر رات کے ایک ایک بجے تک مسلسل تقریریں کر کے ان شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے۔ ایک واقعہ کے مطابق، انہوں نے ببانگ دہل اعلان فرمایا تھا کہ: * "کوئی بد مذہب کھڑا ہو کر قرآن کی کسی آیت کی تلاوت کر دے جس میں اسے آقا ﷺ کی توہین نظر آتی ہو، عبد العزیز اسی آیت کی روشنی میں دو گھنٹے تک اپنے آقا کی تعریف و توصیف بیان کرے گا،" * مگر پورے مجمع میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی۔

* فاتحِ مبارک پور کا اعزاز *

مبارک پور میں باطل کے خلاف یہ مسلسل علمی جہاد کوئی ایک آدھ دن کا قصہ نہیں تھا، بلکہ مہینوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے مہینوں تک مسلسل مناظرانہ تقریریں کر کے باطل پرستوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس محاذ پر حافظ ملت

تنِ تنہا ڈٹے رہے اور بالآخر اس جہاد میں یہ مردِ مجاہد مظفر و منصور ہوا، اور اسی بے مثال کامیابی کی بدولت ان کو *'فاتحِ مبارک پور'* کے معزز لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ انہوں نے *"اتفاق زندگی ہے، اختلاف موت"* کا نعرہ بلند کر کے منتشر سنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور عقائد میں تصادم کے موقع پر مخالف کو اپنی زندگی سے ایسے نکال پھینکنے کی تلقین کی جیسے دودھ سے مکھی کو نکال دیا جاتا ہے۔

مخالفین کے سورماؤں کو شکست

حالات یہ تھے کہ مخالفین کے بڑے بڑے نامور علماء، جن میں *مولوی نعمت اللہ* اور *مولوی شکر اللہ* جیسے نام نمایاں تھے، ان کو حافظ ملت کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ ان کی ہیبت اور جلال کا یہ عالم تھا کہ جو بھی بد مذہب بے دین ان کے سامنے آیا، اسے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا رعب ایسا تھا کہ مخالف علماء ان کے نام سے تھراتے اور کانپتے تھے۔ حمایتِ حق اور حفاظتِ مذہب ان کا اوڑھنا بچھونا بن چکا تھا، اور اسی مقصد کی خاطر انہوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ یہاں تک کہ وصال کے دن بھی انہوں نے *'صحیح البخاری'* اور *'کتاب الجنائز'* کا باقاعدہ درس دیا اور طالبانِ علومِ نبویہ کو سیراب کیا۔

الجامعۃ الاشرفیہ: تحفظِ عقائد کا ادارہ جاتی اور نظریاتی قلعہ

کسی بھی نظریاتی قائد کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ آیا اس کے بعد اس کا نظریہ زندہ رہا یا نہیں۔ حافظ ملت نے محض وقتی تقریروں یا کتابوں پر انحصار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے افراد سازی اور ادارہ سازی کے ذریعے اپنے مشن کو ادارہ جاتی شکل بخشی۔ ان کی انتھک محنت اور شبانہ روز کاوشوں کا ہی ثمرہ ہے کہ *مدرسہ مصباح العلوم* جو کبھی ایک خستہ حال عمارت اور محدود وسائل کا حامل تھا، آج عالمِ اسلام کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی *'الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور'* کی صورت میں جلوہ گر ہے، جس کا سنگِ بنیاد *حضور مفتی اعظم ہند* علیہ الرحمہ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔

مصباحی فضلاء: دنیا بھر میں عقائد کے محافظ

حضور حافظ ملت نے *الجامعۃ الاشرفیہ* کے ذریعے ایسی نسلیں تیار کیں جن کی رگوں میں عشقِ رسول اور باطل سے بیزاری کا خون دوڑتا ہے۔ *جامعہ اشرفیہ* کے فارغین، جو اپنے نام کے ساتھ فخریہ طور پر *'مصباحی'* لکھتے ہیں، آج پوری دنیا میں مسلکِ اعلیٰ حضرت اور حافظ ملت کے مشن کے امین ہیں۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کی تربیت اسی نہج پر کی کہ وہ ہر محاذ اور ہر مقام پر حق کا پرچم لہرائیں اور باطل کے سامنے کبھی سرنگوں نہ ہوں۔ ان کے تلامذہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ حافظ ملت کی تربیت کا ہی اثر ہے کہ وہ دین کے معاملے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے اور جب بھی کوئی عقائد پر حملہ آور ہوتا ہے، وہ اس کا سختی سے جواب دیتے ہیں۔

* جامعہ اشرفیہ کا شرعی موقف اور فتاویٰ *

حافظ ملت کی بد مذہبوں سے لاتعلقی کا جو ذاتی اور اصولی موقف تھا، وہ * جامعہ اشرفیہ * کے باقاعدہ فتاویٰ کی شکل میں آج بھی پوری سنی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان کے فتاویٰ کے مطابق بد عتی اور بد مذہب کی اقتدا میں نماز ادا کرنا مکروہِ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے، اور اگر بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو (جیسے وہابی، دیوبندی وغیرہ) تو ان کے پیچھے نماز باطل اور فاسد ہے، جو ادا ہی نہیں ہوتی۔ بد مذہبوں کو اپنے ہاں مدعو کرنا، یا ان کے ساتھ کھانا پینا قطعاً ناجائز اور گناہ قرار دیا گیا ہے، اور ایسی محافل میں شمولیت سے باز رہنا فرض ہے۔ بد مذہبوں سے میل جول اور سلام کلام رکھنا شریعت میں ممنوع ہے، اور ان کی تقاریر و کتب کا مطالعہ بھی عوام کے لیے سخت خطرے کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ اسی تصلب اور شرعی موقف کا بھرپور عکاس ہے۔

بہر حال * حضور حافظ ملت * نے بد مذہبوں سے جس نفرت اور بیزاری کا اظہار اپنی انفرادی زندگی میں کیا تھا، اسے شرعی دلائل اور فقہی احکامات کی روشنی میں ایک مستند ادارہ جاتی موقف میں تبدیل کر دیا، تاکہ آنے والی نسلیں کسی قسم کے فریب یا نام نہاد مفاہمت کا شکار نہ ہوں۔

حرفِ آخر: ایک جامع تجزیہ

* جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز مراد آبادی * علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کا عمیق مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ وہ محض ایک مدرس، مہتمم یا مصنف نہیں تھے، بلکہ وہ بیسویں صدی میں اسلامی عقائد کے ایک عظیم محافظ اور سچے پاسبان تھے۔ ان کی بد مذہبوں سے نفرت کو کسی دنیاوی یا ذاتی تناظر میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ وہ نفرت اور بیزاری تھی جس کا منبع محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ ان کا ماننا تھا کہ جس دل میں تاجدارِ کائنات کی سچی محبت اور کامل تعظیم بستی ہو، اس دل میں ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں یا بد مذہبوں کے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

* حضور حافظ ملت * کی زندگی کا ہر ورق، خواہ وہ دعوت کا دستر خوان چھوڑ دینے کا واقعہ ہو، دیوبندی ہونے کے انکشاف پر عین موقع پر نکاح کو منسوخ کر دینے کا جرات مندانہ اعلان ہو، روزمرہ معاملات میں ان سے سماجی و معاشی بائیکاٹ ہو، راتوں کو جاگ کر باطل کے خلاف مناظرانہ دلائل تیار کرنا ہو، یا مخالفین کے رد میں *'المصباح الجدید'* اور *'العذاب الشدید'* جیسی دندان شکن کتب کی تصنیف ہو، ان کی غیر متزلزل حقانیت اور باطل سے مکمل لاتعلقی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی محنتِ شاقہ اور اخلاص کے بل بوتے پر *'الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور'* کی صورت میں ایک ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کر دیا ہے، جو تا قیامت ان کے مشن، یعنی بد مذہبوں کے خلاف نظریاتی جہاد اور عقائدِ اہلِ سنت کے دفاع کی آبیاری کرتا رہے گا۔ ان کی حیات و خدمات اس بات کا زندہ اور روشن ثبوت ہیں کہ

حق کی بقا مداہنت یعنی دین کے معاملے میں سستی، کمزوری یا منافقانہ سمجھوتے میں نہیں، بلکہ حق پر غیر متزلزل استقامت اور باطل سے قطعی بیزاری میں مضمر ہے۔

👇 Join 👇 *جوائن* 👇

Type *JOIN* & Send to:

7622985708

PDF FROM:

JAMAT RAZAE E MUSTAFA BHADRAK ODISHA